بریگیڈئر (ریٹائرڈ) شمس الحق قاضی

قومی تعلیمی پالیسی اور ذہنی غلامی

ہمیں حجاج بن یوسف جیسے انقلابی حکمران کی ضرورت ہے

حال ہی میں حکومت نے قومی تعلیمی پالیسی کا ڈرافٹ جاری کر دیا ہے۔ یہ پالیسی اسی قبیل کی تیرھویں پالیسی ہے۔ آج تک عملدر آمد ایک پر بھی نہیں ہوسکا۔

کہتے ہیں کہ سوویت یونین کا آئین دنیا کا بہترین دستوری آئین تھا اور اس میں شخصی آزادیوں اور علاقائی خود مختاری کی بہترین کاغذی ضمانتیں دی گئی تھیں لیکن سوویت یونین میں آن دی گراؤنڈ حالات بالکل مختلف تھے۔ چنانچہ ڈرافٹ پالیسی میں بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو خوش آئند معلوم ہوتی ہیں لیکن ان پر عملدر آمد مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے ہی فقرہ میں ہر شہری کے لئے میٹرک تک مفت تعلیم کی ضمانت دی گئی ہے جبکہ ابھی تک ہم اپنے بچوں کے لئے پرائمری تعلیم بھی فراہم نہیں کر سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگلے پانچ سالوں میں بیس ہزار نئے پرائمری اور مساجد اسکول قائم کئے جائیں گے۔ جبکہ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آج کل بھی ملک میں ہزاروں کاغذی اسکول قائم ہیں جن کا سراغ نہیں مل رہا۔ تو پھر کیا گارنٹی ہے کہ یہ آئندہ قائم کئے جانے والے اسکول بھی زیادہ تر کاغذی ہی نہ ہوں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک واقعی مفید تعلیمی پالیسی کے نفاذ کے لئے انقلابی تبدیلیاں چاہئیں۔ جو کہ صرف انقلابی ذہن رکھنے والے حکمران ہی لاسکتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ایسی انقلابی قیادت نظر نہیں آرہی۔ مثلاً ترکی کے مصطفیٰ کمال نے اپنے زعم میں تعلیم عام کرنے کے لئے رسم الخط رومن کر دیا تو اس نے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بلیک بورڈ اٹھائے خود جا کر لوگوں کو رسم الخط تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ ہم یہاں پر مصطفیٰ کمال کے نظریہ کی تائید نہیں کرتے بلکہ بعد کے مشاہدہ نے ثابت کر دیا کہ رومن رسم الخط کے باوجود ترکی ہماری طرح یورپ سے ابھی تک صدیوں پیچھے ہی ہے۔

۱۹۷۸ء میں راقم نے جنوبی کوریا کے کونسلر سے پوچھا کہ کوریا اور پاکستان دونوں تقریباً ایک ہی وقت میں آزاد ہوئے تو پھر کیا وجہ ہے آپ کا ملک جلدی ترقی کر گیا ہے، اس نے بتایا کہ سٹارٹ تو آپ کا ہم سے کہیں بہتر تھا بلکہ شروع میں ہم نے صنعتی ترقی کے لئے ان کے پنج سالہ منصوبوں کی شاگردی کی تھی، لیکن شرح خواندگی بہت کم ہونے کی وجہ سے آپ کی ترقی رک گئی۔ اس نے مزید بتایا کہ آزادی کے وقت کوریا میں شرح خواندگی ساٹھ فیصد تھی جو کہ اب یعنی ۱۹۷۸ء میں ۹۵ فیصد ہے، چنانچہ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ تعلیمی فقدان کی وجہ سے ہم ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور تعلیمی کمی کی وجہ سے ہماری غلط ترجیحات

ہیں۔ آزادی سے قبل کم از کم سارے مغربی پاکستان کے علاقوں میں ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ لیکن آزادی کے فوراً بعد ملک انگریزی زدہ نوکر شاہی کے قبضہ میں آگیا اور ان لوگوں کے دور میں بتدریج انگریزی ذریعہ تعلیم کو ترجیح دی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ اب انگریزی ذریعہ تعلیم کو بھی پیچھے چھوڑ کر خالص انگریزی تعلیم یعنی اولیول اور اے لیول وغیرہ کے لئے دوڑ لگ چکی ہے، لیکن انگریزی ذریعہ تعلیم کے حامی دنیا میں کسی ایک ملک کی مثال نہیں پیش کر سکتے جس نے قومی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ترقی پائی ہو۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے وقت روس میں ذریعہ آمد و رفت بلکہ فوجی نقل و حمل کا ذریعہ بھی گھوڑا گاڑیاں تھیں لیکن ۲۲ برس کے اندر ۱۹۳۹ء میں روس کے ٹینکوں، توپوں اور ہوائی جہازوں نے جرمنی جیسی واحد یورپی سپر پاور کو شکست فاش دی اور پھر جنگ عظیم کے بعد تو روس دنیا کی دوسری سپر پاور بن گیا۔ یہ سب ترقی روس نے بغیر انگریزی کے صرف اپنی ہی قومی زبان کے ذریعہ سے حاصل کی۔ اب مشرق میں پہلے جاپان اور اب چین بھی انگریزی کے سہارے بغیر ہی اقتصادی جائنٹ بن گئے ہیں۔ ہمارے ہاں بچوں کو ساری توانائیاں شروع ہی سے ایک اجنبی زبان سیکھنے میں صرف ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں کسی تخلیقی صلاحیت کی سکت ہی نہیں رہتی، اسلئے ہم محض ذہنی غلام ہی پیدا کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی حقیقی تبدیلی لانی مقصود ہو تو پھر آپ کو انقلابی قدم اٹھانے پڑتے ہیں، کیونکہ ہماری انگریزی زدہ نوکر شاہی نے ملک کے بدن میں اتنے گہرے پنجے گاڑے ہوئے ہیں کہ وہ انگریزی کے ذریعہ حاصل کردہ اپنی قیادت کو آسانی سے نہیں جانے دیں گے۔ یہاں پر ہمیں اپنی سیاسی قیادت پر حیرت ہوتی ہے کہ سیاسی قائدین کی واضح اکثریت اردو میڈیم طبقہ سے آتی ہے اس لئے پبلک افیئرز میں اپنی مہارت کے باوجود یہ لوگ اپنے ہی سیکرٹریوں سے انگریزی کی مار کھا جاتے ہیں اور آئے روز بعض وزیروں کی شکایتیں اخباروں میں چھپتی ہیں۔ کہ ان کے سیکرٹری ان کی ایک نہیں مانتے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آبادی کا ۸۰ فیصد دیہاتوں میں اردو میڈیم سے پڑھتا ہے۔ جبکہ شہروں میں ۲۰ فیصد آبادی کی اکثریت کو انگریزی میڈیم کی سہولت حاصل ہے۔ سرکاری نوکریوں کے تمام امتحانات انگریزی میں ہوتے ہیں اس لئے دیہاتی اردو میڈیم طبقہ پسماندہ رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف ہماری کچہریاں کوٹا سسٹم کو غیر آئینی اور غیر شرعی قرار دیتی ہیں۔ لیکن اس بات پر غور نہیں کیا جاتا کہ آبادی میں انگریزی اور غیر انگریزی طبقاتی عدم مساوات پیدا کرنا بھی تو آئین اور شریعت کی روح کے خلاف ہے، چنانچہ ہمیں اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ اگر ہم نے اس طرح انگریزی کو سر پر بٹھائے رکھا تو ہمارا ملک قیامت تک ترقی نہیں کر سکے گا۔ ہونا یہ چاہیئے کہ فوری طور پر ملک کے تمام سرکاری اور پرائیویٹ سکولوں میں قومی زبان ہی کو ذریعہ تعلیم قرار دینا چاہیے اور اس سلسلہ میں یہ بات انتہائی خوش آئند ہے کہ حکومت نے آئندہ سرکاری ملازمتوں کے لئے قومی زبان میں امتحان رائج کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہاں پر ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے چین کی مثال پیش کریں گے جہاں پر کنفیوشس کی وفات کے بعد لوگ اس کی تعلیمات کو آہستہ آہستہ بھول گئے تھے تو پھر چار سو سال بعد ہان خاندان کے حکمرانوں نے کنفیوشس کی تعلیم کو زندہ کرنے کے لئے سرکاری

ملازمتوں کے امتحانات کے لئے کنفوشس کی تعلیمات کو بنیاد قرار دیا تو یہ سلسلہ ۱۰۰ قبل مسیح سے ۱۹۰۰ء تک اسی طرح جاری رہا اور نتیجتاً یہ ہوا کہ کنفیوشس کی تعلیمات اور مذہب دوبارہ بڑی سرعت سے پورے چین میں پھیل گیا۔

ملک میں قومی حمیت، قومی خودداری اور حب الوطنی پیدا کرنے کے لئے بھی قومی زبان کی ترویج ضروری ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلی صدی ہجری کے اندر ہی صوبہ شام میں خلیفہ عبدالمالک کے حکم سے اور صوبۂ ایران میں گورنر حجاج بن یوسف کے حکم سے تمام سرکاری دفاتر عربی زبان میں منتقل کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ ایران میں تو ایرانی بیورو کریسی نے ایک لاکھ اشرفی جمع کر کے تبدیلی ریکارڈ پر مامور صالح بن عبدالرحمن کو پیش کئے لیکن صالح نے کہا آپ لوگ حجاج بن یوسف کو جانتے نہیں اور پھر صالح نے میعاد مقررہ کے اندر تمام ریکارڈ عربی میں منتقل کر دیا۔ اب پاکستان میں بھی سرکاری دفاتر کو قومی زبان میں منتقل کرنے کے لئے حجاج بن یوسف جیسے انقلابی حکمران کی ضرورت ہے۔ اور آج کل جبکہ حکمرانوں کی غالب اکثریت اردو میڈیم طبقہ سے آتی ہے، اگر یہ اہم کام ان کے ہوتے ہوئے نہ ہو سکا تو پھر کبھی بھی نہ ہو سکے گا، کیونکہ اگلی قیادت تو آہستہ آہستہ انگلش میڈیم طبقہ کو منتقل ہوتی جارہی ہے اور پھر ہم آئندہ بھی آج کل کی طرح ذہنی غلام ہی پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ یہاں پر ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم انگریزی کو بطور زبان سیکھنے کے قطعی مخالف نہیں۔ بلاشبہ انگریزی دنیا میں انتہائی ترقی یافتہ ملکوں کی زبان ہے اور کسی سطح پر جا کر انگریزی سیکھنا فی الحال مفید ہوگا، لیکن ہم بچوں میں ابتداء ہی سے انگریزی ٹھونسنے کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ انگریزی دور میں رواج تھا کہ چوتھی یا پانچویں جماعت تک صرف قومی زبان پڑھائی جاتی تھی اور پانچویں یا چھٹی جماعت سے انگریزی کو بطور زبان کے شامل کیا جاتا تھا۔ ہمارے خیال میں اب بھی وہی رواج موزوں رہے گا اور اسی طریقۂ تعلیم نے ہمارے بڑے بڑے مشاہیر اور نابغہ لوگ پیدا کئے۔ یہاں پر ہم اس غلط مفروضہ کی پرزور تردید کریں گے کہ سائنسی اور ٹیکنیکل تعلیم قومی زبان میں نہیں دی جاسکتی۔

اوّل تو دنیا بھر میں سائنسی اور ٹیکنیکل تعلیم قومی زبان میں ہی دی جاتی ہے۔ اور جب تک درسی کتابیں قومی زبان میں منتقل نہیں کی جاتیں، فوجی طریقۂ تعلیم کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ راقم خود آرٹلری اسکول میں افسروں کو ٹیکنیکل تعلیم انگریزی میں اور وہی ٹیکنیکل تعلیم جونئر افسروں کو اردو میں پڑھاتا رہا ہے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ہم نے سائنسی اور ٹیکنیکل ناموں اور اصطلاحات کا ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ بہت سی بین الاقوامی سائنسی اصطلاحات من و عن اسی طرح ہر زبان میں مستعمل ہیں تو پھر ان کا ترجمہ کرنا ضروری نہیں۔ اس سلسلہ میں عربی زبان نے ٹرینڈ سیٹ کر دیا ہے اور وہ زمانۂ قدیم سے بعض الفاظ کو مقرب کر لیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ آج کل بھی مثلاً ٹیلی فون کو تلفن اور ٹیلی ویژن کو تلفزیون کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم بین الاقوامی طور پر معروف اور مستعمل اصطلاحات کے دور اذکار تراجم کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ ایک زمانہ میں لاؤڈ سپیکر کو "آلہ مکبر الصوت" لکھا جاتا تھا یا جیسا کہ قومی زبان اتھارٹی کے مقابلہ میں مقتدرہ زبان اجنبی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو اسے شاہدرہ کی طرح کسی جگہ کا نام سمجھتے ہیں۔